کشمیر کی سرگذشت

(۳)

اقوام متحدہ میں

قبل ازیں براہِ راست گفت و شنید کے دوران میں وزیر اعظم لیاقت علی خاں نے اپنے ایک تار مورخہ ۱۹ر نومبر ۱۹۴۷ء کو بھارتی وزیر اعظم کے مسئلہ کشمیر کے بارے میں رجعت پسندانہ اور غیر تعمیری رویہ پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے لکھا تھا:

"آپ نے جو موقف اختیار کیا ہے اس کے پیشِ نظر میں پُرامن تصفیہ کا اس کے سوا اور کوئی حل نہیں پاتا کہ یہ سارا مسئلہ اقوام متحدہ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ میں نے آپ کو اپنے ایک اخباری بیان کی نقل جو ۱۶ر نومبر کو دیا گیا تھا، اور جس میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی۔ امید ہے آپ اس امر سے اتفاق کریں گے کہ موجودہ حالات میں یہی اس مسئلہ کا منصفانہ اور پُرامن حل ہے۔

بھارتی وزیر اعظم نے دو دن بعد اس مراسلہ کا جو جواب بھیجا اس میں اس اقدام کے موثر ہونے پر شبہ ظاہر کیا گیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بھارت نے مسئلہ کشمیر میں جو انتظامیہ قائم کی ہے وہ ریاست میں پیدا ہونے والے تمام ہنگاموں سے نمٹ سکتی ہے۔ (وزیر اعظم پاکستان نے اپنے مراسلہ میں مسلمانوں پر مظالم کا ذکر کیا تھا) اور یہ کہ اس نے خود رائے شماری کا وعدہ کیا ہے۔ لیاقت علی خان کے ذہن میں یہ بات بالکل روشن تھی (جو صاحبِ نظر ہونے کی ایک نادر مثال ہے) کہ بھارت کا رائے شماری کا وعدہ صرف عالمی رائے پر اثر ڈالنے کی غرض سے ہے۔ اور وہ اسے پورا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا —— لہٰذا کچھ دن بعد برطانوی وزیر اعظم کے نام ایک

بحری تاریں انھوں نے اس تنازعے کو اقوام متحدہ کے سامنے پیش کرنے کی رائے کا اعادہ کیا۔ ایک ماہ بعد نہرو نے پھر لکھا کہ اُن کی رائے میں اقوام متحدہ کچھ ایسی مددگار ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور یہاں تک ظاہر کیا کہ پاکستان کا اس قضیے سے کوئی سروکار نہیں۔ اس لیے یہ کسی عنوان بھی اس تنازعے کو اقوامِ متحدہ کے سامنے نہیں لے جا سکتا۔

لیاقت علی خاں نے اس کا جواب یہ دیا کہ "میری دانست میں مسئلہ صرف صورتِ حال سے متعلق بنیادی حقایق کی روشنی ہی میں مدبرانہ طور پر حل کیا جا سکتا ہے، نہ کہ اس قسم کی قانونی بحث آرائی سے کہ پاکستان کیسے فریق مقدمہ ہے یا اقوام متحدہ کو اس میں کیسے لایا جا سکتا ہے۔" تاہم اس جواب کے ۱۵ دن کے اندر بھارت نے پاکستان پر پہل کرنے کے ارادہ سے اپنی شکایت اقوام متحدہ میں پیش کر دی۔ تب سے یہ معاملہ اس عالمی ادارہ کے احاطۂ توجہ میں آ گیا۔

بھارت نے اقوامِ متحدہ میں معاملہ کو جس انداز سے پیش کیا وہ اس امر پر مبنی تھا کہ پاکستان ریاست میں گڑبڑ پیدا کرنے کا باعث ہے۔ جس کی وجہ سے جموں و کشمیر نے بجا طور پر بھارت سے الحاق کر لیا ہے۔ لہٰذا سلامتی کونسل سے درخواست کی گئی کہ وہ پاکستان سے یہ کہے کہ وہ قبائلیوں اور اپنے شہریوں کو ریاست میں داخل ہونے سے روکے۔ اور انھیں کوئی مادی امداد دینے سے باز رہے۔ بھارت نے یہ ذمہ لیا کہ قانون و امن بحال ہو جانے پر وہ عوام کی مرضی معلوم کرنے کی خاطر ریاست میں رائے شماری کرائے گا۔

پاکستان نے جواب دیا کہ اس کے لیے اپنے تمام شہریوں کو روکنا ممکن نہیں اور اس سے بھی زیادہ مشکل یہ کہ وہ قبائلیوں کو اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کے لیے سرحد کے پار آنے سے روک سکے۔ مگر پاکستان نے ان لوگوں کو کوئی مادی مدد نہیں دی۔ اگر اس کی اخلاقی ہمدردیاں تمام تر باغیوں ہی کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد پاکستان نے ریاست کے بھارت سے الحاق کے جائز ہونے پر اعتراض کیا اور اس طرح اس بنیاد ہی کو بے محل قرار دیا۔

جس کی بنا پر بھارت نے زبردستی ریاست جموں و کشمیر پر قبضہ جما رکھا تھا۔ پاکستان نے مزید کہا کہ اس مسئلہ کا واحد حل یہ ہے کہ ایسے حالات پیدا کیے جائیں۔ جن میں منصفانہ اور بے لاگ رائے شماری ہو سکے۔ تاکہ یہ دریافت کیا جا سکے کہ ریاست جموں و کشمیر کس مستعمرہ سے الحاق کرے۔

پاکستان نے یہ واضح کیا کہ آزادہ اور بے لاگ رائے شماری کی دو بنیادی شرائط ریاست سے بھارتی افواج کا انخلاء اور ایک ایسی انتظامیہ کا قیام ہے جو بھارت یا پاکستان سے الحاق کے مسئلے کے بارے میں غیر جانبدار ہو۔ اگر یہ حالات پیدا کر دیئے جائیں تو پاکستان یہ ذمہ لیتا ہے کہ وہ قبائلیوں پر ریاست سے چلے جانے کے لیے اخلاقی اثر ڈالے۔ آزاد کشمیر کے عوام کو لڑائی بند کرنے کی ترغیب دلائے۔ اور اس طرح اقوام متحدہ کے اختیار اور نگرانی میں یہ معلوم کرنے کی خاطر رائے شماری کرائے کہ جموں و کشمیر کی ریاست آخر کار بھارت سے الحاق کرے گی یا پاکستان سے۔

سلامتی کونسل نے بھارت کے موقف کی تائید کرنے سے انکار کر دیا اور ایک قرارداد منظور کی جس میں بھارت اور پاکستان دونوں سے کہا گیا تھا کہ وہ کوئی ایسے قدم نہ اٹھائیں جن سے صورت حال زیادہ سنگین ہو جائے۔

مگر عین اس وقت جب سلامتی کونسل اس مسئلے کا حل تلاش کر رہی تھی بھارتی حکومت نے صورت حال کو زیادہ سنگین نہ بنانے کے بارے میں سلامتی کونسل سے جو تعہدات کیے تھے ان کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے اپریل ۱۹۴۸ء میں ریاست کے اندر ایک جارحانہ اقدام کا آغاز کیا۔ اس اقدام کی وجہ سے کشمیری مہاجرین کی پاکستان میں وسیع پیمانے پر ہجرت شروع ہوئی جس میں سے منگلا اور مغربی پاکستان کے پہلو میں جہلم کی نہروں کے ہیڈورکس کو خطرہ لاحق ہوا۔ بھارت کا یہ ارادہ تھا کہ ریاست میں ساری مزاحمت کا قلع قمع کر دے اور دنیا کو ایک طے شدہ معاملہ پیش کر دے جیسا کہ اس نے آگے ہی جوناگڑھ کے سلسلے میں کیا تھا اور اب حیدر آباد کے سلسلے میں

کرنے والا تھا۔ پاکستان کی سالمیت کے تحفظ کی خاطر حکومت مجبور ہوگئی کہ اپنے بعض ٹھکانوں پر قابو رکھنے کے لئے مئی ۱۹۴۹ء کے اوائل میں اپنی سپاہ کی ایک محدود تعداد ریاست میں منتقل کردے۔

بھارت اور پاکستان دونوں کے نمائندوں کے بیانات سننے کے بعد سلامتی کونسل اس نتیجے پر پہنچی کہ اس تنازعہ کا واحد منصفانہ، پُرامن اور جمہوری حل یہ تھا کہ عوام کی آزادی سے ظاہر کی ہوئی مرضی کے مطابق ریاست کے الحاق کا فیصلہ کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے سلامتی کونسل نے اقوام متحدہ کا ایک کمیشن برائے بھارت و پاکستان مقرر کیا۔

گفت و شنید کے بعد کمیشن ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں کے بارے میں بھارت و پاکستان کی حکومتوں کی منظوری اور سلامتی کی تصدیق حاصل کرنے میں کامیاب ثابت ہوا۔ یہ دونوں قراردادیں وہ بین الاقوامی معاہدہ ہیں جو بھارت پاکستان اور اقوام متحدہ کو ریاست جموں و کشمیر کے الحاق کے مسئلہ کا پابند بناتا ہے۔

یہ دونوں قراردادیں مندرجہ ذیل امور کی ضامن ہیں:۔

(۱) جنگ بندی: یعنی جنگ بندی کے اجراء اور جنگ بندی لائن کا تعین۔

(۲) صلحنامہ:۔ ریاست جموں و کشمیر سے افواج کا انخلاء۔

(۳) رائے شماری: اقوام متحدہ کے تحت آزاد اور بے لاگ استصواب تاکہ ریاست جموں و کشمیر کے بھارت یا پاکستان سے الحاق کا مسئلہ طے کیا جائے۔

معاہدہ کے مطابق جنگ یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو بند ہوگئی۔ ۲۷ جولائی ۱۹۴۹ء کو حد جنگ بندی مقرر ہوئی اور اقوام متحدہ کے ۴۲ مبصر پچاس میل لمبی سرحد پر تعینات ہوئے۔ اس طرح معاہدہ کے پہلے حصہ پر عملدرآمد ہوا۔

معاہدے کا دوسرا حصہ رائے شماری سے پہلے ریاست سے افواج کے انخلاء پر مشتمل تھا انخلاء کے بغیر آزادانہ اور بے لاگ رائے شماری جس میں کشمیری عوام کسی رکاوٹ یا دباؤ کے بغیر

اپنے حق خود اختیاری کو استعمال میں لائیں، ممکن نہ تھی۔

دوسرے حصّہ پر عملدر آمد کے سلسلہ میں کچھ اقدام ہوا۔ پاکستان تو اس سلسلے میں آگے بھی بڑھا اور وہ بھی صلحنامہ کے معاہدہ تک کا انتظار کئے بغیر اس نے ان قبائلیوں کو جو ریاست میں لڑائی کی خاطر گئے تھے پرے ہٹا لیا۔ پھر فریقین نے ایڈمرل چیسٹر ڈبلیو منٹز کے ناظم رائے شماری ہونے پر اتفاق کیا۔ لیکن جب بھارت نے ایک ساتھ بھارتی اور پاکستانی فوجیں ہٹالی جانے سے انکار کر دیا تو مزید ترقی کا سلسلہ رک گیا۔ تب اور بعد میں سلامتی کونسل اور اس کے مختلف نمایندوں کی انخلاء کے بارے میں معاہدہ کی متعدد کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ بعد ازاں بھارت نے رائے شماری کا پابند ہونے سے بھی انکار کر دیا۔

یو۔این۔سی۔آئی۔پی کی تجویز

(۱) مارچ ۱۹۴۹ء میں یو این سی آئی پی کے نمایندوں کا ایک اجلاس منعقد کیا جس میں انھیں یو این سی آئی۔پی کی قرارداد ۱۹۴۸ء کے دوسرے حصّے پر عملدر آمد سے متعلق تجاویز پر بحث و مباحثہ کی دعوت دی گئی۔ پاکستان نے اسے قبول کرتے ہوئے ایک لائحہ عمل تجویز کیا جس کے مطابق حسب معاہدہ دونوں فریقوں کی افواج کی ہائی کمانیں بیک وقت انخلاء کے مفصل پروگرام مرتب کر سکتی تھیں اور ساتھ ہی پاکستان نے یہ طے کر لیا کہ اس کی افواج تین ماہ کے اندر اندر ہٹا لی جائیں گی۔ مگر بھارت نے مشترکہ گفتگو اور معاہدہ کے لیے کوئی تجویز بھی پیش نہ کی۔ یہی ابتدائی انکار ہے جو مختلف صورتوں اور بوقلموں ظاہری وجوہ کی بنا پر آج تک برقرار رہا ہے۔

ثالثی کی تجویز

(۲) بھارت کا کسی صورت با طریق سے ایسے انخلاء پر متفق ہونے سے انکار جس سے آزاد اور بے لاگ رائے شماری ممکن ہو، ابتداءً یو این سی آئی پی کی ۱۳ راگست ۴۸ء اور جنوری ۱۹۵۹ء کی قراردوں کی تشریح کا معاملہ معلوم ہوتا تھا۔ لہٰذا یو این سی آئی پی نے ۲۶ راگست ۴۹ء

کو یہ تجویز کی کہ دونوں حکومتیں ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے حصہ دوم پر عملدرآمد کے بارے میں جن سوالات پر بھی اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کو ایک ثالث کے سامنے پیش کیا جائے جو ان کا فیصلہ کردے، انصاف کرے اور فریقین اس کے فیصلے کے پابند ہوں، اور یہ کہ ایڈمرل نمٹز جو ناظم رائے شماری نامزد ہوئے تھے، ثالث ہوں۔ امریکی صدر مسٹر ٹرومین اور وزیراعظم برطانیہ مسٹر ایٹلی نے بھارت اور پاکستان کے وزرائے اعظم کے نام ایک عام اپیل میں اس تجویز کی تائید کی۔

پاکستان نے اس تجویز پر لبیک کہا لیکن بھارت نے اس کو مسترد کر دیا۔

میکناٹن کی تجویزیں

(۳) جب یو این سی آئی پی ۱۹۴۹ء میں فریقین میں معاہدہ صلح کرانے میں ناکام ثابت ہوا تو سلامتی کونسل نے اپنے صدر جنرل میکناٹن آف کینیڈا سے التماس کی کہ وہ دونوں حکومتوں کے نمایندوں سے مل کر مسئلہ کشمیر سے نمٹنے کے لیے ایک باہمی طور پر تسلی بخش نہج تلاش کرنے کے امکان پر غور کریں۔ جنرل میکناٹن نے فوجی انخلاء کے لئے تجاویز پیش کیں جن سے ریاست میں رائے شماری کے لیے مناسب حالات پیدا کرنا ممکن ہوسکے۔

پاکستان نے ان تجویزوں کو قبول کر لیا لیکن بھارت نے نام نہاد ترمیمات کی شکل میں اعتراضات پیش کر دیئے جس کے معنی صریحاً استرداد تھے اور جس کا مقصد ان تجاویز کی جگہ ایسا منصوبہ پیش کرنا تھا جو ان سے بالکل دست و گریباں تھا۔

سلامتی کونسل کی استدعا

(۴) چونکہ کمیشن اقوام متحدہ برائے بھارت و پاکستان کے جانشین سر اوون ڈکسن کی کوششوں کے باوجود بھارتی حکومت کا پیدا کردہ تعطل برابر قائم رہا اس لیے سلامتی کونسل نے اپنی قرارداد منظورہ ۳۰ مارچ ۱۹۵۱ء میں فریقین سے استدعا کی کہ وہ تمام باقی ماندہ اختلافات کے بارے میں ثالثی قبول کرلیں۔

سر اوون ڈکسن کی کوشش

(۵) جب جنرل میکناٹن کی کوششیں ناکام ثابت ہوئیں تو سلامتی کونسل نے سر اوون ڈکسن کو اقوام متحدہ کو نمایندہ مقرر کیا تاکہ وہ فوجی انخلاء کے پروگرام پر عملدر آمد کی تیاری اور نگرانی، اور فوجی انخلاء کے بارے میں فریقین کے معاہدوں کی تشریح کرے۔ نیز ایسی تجاویز پیش کرے جن سے تنازعے کا بعجلت اور دیرپا حل ہونے کا امکان ہو۔ بھارتی اعتراضات کو دُور کرنے کے لیے سر اوون ڈکسن نے تجویز کی کہ "فوجی انخلاء کا پہلا قدم یہ ہونا چاہیئے کہ کسی مقررہ دن کو تو پاکستان کی باقاعدہ افواج ہٹانا شروع کردیں اور اس مقررہ دن کے بعد جنگ بندی لائن کی دونوں جانب دیگر کارروائیاں عمل میں آئیں اور جہاں تک ممکن ہو وہ ایک ساتھ رُو پذیر ہوں"۔

پاکستان نے یہ تجویز منظور کرلی لیکن بھارت نے اسے مسترد کردیا۔

(۶) اس شدید گفت وشنید کے دوران میں جو سر اوون ڈکسن کی بدولت وزرائے اعظم کانفرنس منعقدہ ۲۰ جولائی ۱۹۵۰ء کو ہوئی۔ اقوام متحدہ کے نمایندہ نے اس بارے میں تین تجاویز پیش کیں کہ ساری ریاست کو ایک ہی انتظامیہ کے تحت کردیا جائے۔ جو اجتماعی طور پر بے لاگ ہو اور اس طرح وہ تمام مشکلات دُور ہوجائیں جو "رائے شماری کے دَوران میں حد جنگ بندی کے سیاسی حد ہونے کے باعث ریاست کو دو حصوں میں تقسیم کردیتی ہیں"۔ ساری ریاست کے لیے ایک ہی حکومت یا تو بھارت کی پرداختہ انتظامیہ اور تحریک آزادی کشمیر کے "معتمد اشخاص" پر مشتمل ہوگی جو عدالتی یا انتظامی حیثیت اور عمومی اعتماد کے حامل ہوں گے۔ سر اوون ڈکسن نے کہا "ان میں سے کوئی تجویز بھی بھارتی وزیر اعظم کو پسند نہ تھی"۔ اوون ڈکسن فوجی انخلاء اور رائے شماری کے واسطے کسی بھی منصفانہ تجویز کے لیے بھارت کی منظوری حاصل کرنے کی تمام کوششیں آزما چکے تو انہوں نے دوسرے حل بھی تلاش کرنے کی کوشش کی جن میں ایک یہ بھی تھا کہ ایک محدود حصّے میں جو کل وادیٔ کشمیر پر مشتمل یا محیط ہو محدود رائے شماری کرائی جائے اور باقی ریاست کو تقسیم کردیا جائے اس یقین دہانی پر کہ پاکستان اس تجویز کو جانچنا پرکھنا مجموعی رائے شماری پر انحصار کرنے میں اس کی

حیثیت کو خراب یا متاثر نہیں کرے گا۔ پاکستان کی یہ آمادگی بھی اس دشواری کو دور نہ کر سکی جو بھارت نے دونوں ملکوں کی باہمی مفاہمت کے سلسلے میں پیدا کر رکھی تھی۔ بھارتی وزیر اعظم نے کسی ایسی شرط کو منظور کرنے سے قطعاً انکار کر دیا جو اقوام متحدہ کے نمائندہ کی تجویز بدیں غرض پیش نظر تھی کہ "رائے شماری منصفانہ اور ڈرانے دھمکانے کے ہر شائبے سے آزاد ہو۔"

ڈاکٹر گریہم کی تجویز

(۷) آزاد افواج کو غیر مسلح اور منتشر کرنے کے بارے میں بھارت نے جو مسئلہ پیدا کیا ہے اس سے نپٹنے کے لیے اقوام متحدہ کے نمایندے ڈاکٹر فرینک گریہم نے جو سر اوون ڈکسن کے جانشین بن کر آئے تھے یہ تجویز کی کہ فوجی انخلاء کے دو مرحلے، ایک وہ جو صلح سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا رائے شماری سے متعلق ـــــ ملا کر ایک ہی مسلسل عمل بنا دیئے جائیں۔ اس کے معنی یہ تھے کہ فوجی انخلاء تکنیکی طور طور پر نہیں بلکہ حقیقی طور پر اس عمل کے بعد مکمل ہو۔ یعنی ایک طرف تو پاکستانی افواج ہٹا لی جائیں۔ اور آزاد افواج کو غیر مسلح اور منتشر کر دیا جائے۔ اور دوسری طرف بھارتی افواج کا بیشتر حصہ ہٹایا جائے اور بعدہٗ بھارتی افواج میں وسیع پیمانے پر تخفیف ہو اور مہاراجہ کی افواج کو غیر مسلح اور منتشر کیا جائے اس واحد مسلسل عمل کی تکمیل کے معنی تھے مقامی فوج کا غیر مسلح و منتشر ہونا اور ان کی جگہ دونوں طرف مسلح افواج کی تعیناتی۔ پاکستان نے اس تجویز کو اس شرط پر قبول کیا بلکہ فوجی انخلاء کے ایسے عمل میں تعاون پر بھی آمادگی ظاہر کی جو آخر میں جنگ بندی لائن کی دونوں طرف چار پیدل بٹالینوں سے زیادہ فوج نہ رہنے دے۔ بھارت نے ظاہر اس پروگرام سے اتفاق کرتے ہوئے اوّل تو اپنی بقیہ افواج اور مقامی افواج کی برطرفی اور دوسرے فوجی انخلاء کی مدّت ختم ہونے پر ناظم رائے شماری کے تقرر کو خارج کر کے اسے تقریباً مسترد کر دیا۔

(۸) اقوام متحدہ کے نمایندہ نے ۷ ستمبر ۱۹۵۱ء کی قرارداد میں فوجی انخلاء کا جو پروگرام پیش کیا تھا سلامتی کونسل نے اپنی ۱۰ نومبر ۱۹۵۱ء کی قرارداد میں اس کی تصدیق کر دی۔ اپنی ان کوششوں کو جاری رکھتے ہوئے کہ فوجی انخلاء کی مدّت ختم ہونے اور ناظم رائے شماری کے تقرر کے بعد حد

جنگ بندی کی دونوں جانب کم از کم افواج باقی رہنے دی جائیں۔ ڈاکٹر گریہم نے فریقین کو دوبارہ یہ اصول ذہن نشین کرایا کہ "فوجی انخلار کی مدت ختم ہونے پر جو مسلح افواج تعینات رہیں ان کی تعداد قطعی طور پر کم از کم ہونی چاہیئے تاکہ ناظم رائے شماری تصفیہ کر سکے"۔ پاکستان نے نہ صرف اس اصول کو تسلیم کر لیا۔ بلکہ یہاں تک تجویز کیا کہ معاہدہ میں جو یہ شق شامل کی جائے کہ اس اصول کی تشریح کے سلسلے میں جو بھی اختلافات ہوں انھیں اقوام متحدہ کے نمائندہ کے سامنے پیش کیا جائے جس کا فیصلہ آخری ہوگا لیکن بھارت نے فوجی انخلار کا جو پروگرام منصور تھا اس کے خاتمہ پر اپنی جانب ۲۸ ہزار سپاہی مع ۶ ہزار ملیشیا رکھنے پر اصرار کیا اور ساتھ ہی یہ تقاضا بھی کیا کہ آزاد کشمیر کی جانب صرف ۴ ہزار پولیس مین رہیں جن میں سے نصف مسلح ہوں اور نصف آزاد کشمیر کے آدمی ہوں اور یہ آزاد کشمیر کے افراد بھی بھارتی نمایندوں کی مدد سے اقوام متحدہ کے نمایندے منتخب کریں۔

ترمیم شدہ تجاویز

(۹) بھارت کی ہٹ دھرمی کے باعث فوجی انخلار کا جو مسئلہ پیدا ہوا تھا اسے حل کرنے کی مزید سعی و کوشش کے سلسلہ میں ڈاکٹر گریہم ۱۶ جولائی اور ۲ ستمبر ۱۹۵۲ء کو ترمیم شدہ تجاویز پیش کیں جن میں حد بندی کی پاکستانی جانب ۶ ہزار اور بھارتی جانب ۱۸ ہزار کی کم از کم فوج رکھنے کی تجویز کی گئی۔ یا پھر پاکستانی جانب سے ۳ سے ۶ ہزار اور بھارتی جانب ۱۲ ہزار سے ۱۸ ہزار تک سپاہ رکھی جائے۔ پاکستان نے یہ محسوس کرنے کے باوجود کہ اس تجویز کے مطابق ریاست میں بہت ہی زیادہ سپاہی رہ جاتے ہیں۔ اس امر کو صراحتاً جتلا کر اقوام متحدہ کے نمائندہ کی ترمیم شدہ تجاویز کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس کے برعکس بھارت نے یہ کہا کہ ۲۱ ہزار کی کم از کم مطلق تعداد میں کمی ناممکن ہے۔ بھارتی جانب ملیشیا اس حساب میں ہرگز شامل نہیں ہوگی اور اس کی جانب یہ کم از کم تعداد اسی صورت میں ہوگی جب آزاد کشمیر کی افواج کلی طور پر غیر مسلح اور منتشر ہو جائیں"۔ یہ سوال کہ ناظم رائے شماری ان بھارتی افواج کے مزید ہٹائے جانے یا ان کی

تخفیف کا مجاز نہ ہو، خارج از بحث ہے۔ اس ہٹ دھرمی نے تعطل پیدا کر دیا۔

سلامتی کونسل کی قرارداد

اس تعطل کی وجہ سے معاملہ ۱۹۵۲ء کے آخر میں پھر سلامتی کونسل کے سامنے آیا۔ ڈاکٹر گراہم نے حد جنگ بندی کی دونوں جانب جن متوازی افواج کی تجویز کی تھی، سلامتی کونسل نے اپنی ۲۳ر دسمبر ۱۹۵۲ء کی قرارداد میں ان کی تصدیق کر دی۔

بھارت نے یہ قرارداد نامنظور کی لیکن پاکستان نے اس کی بنیاد پر "آگے قدم بڑھانے" پر آمادگی ظاہر کی۔ جیسا کہ نمائندہ اقوام متحدہ نے کہا ہے:

"..... یہ امر ظاہر تھا کہ حکومت پاکستان سلامتی کونسل کی ۲۳ر دسمبر ۱۹۵۲ء کی قرارداد پر عمل کرنے اور اس بنیاد پر فوراً گفت وشنید پر تیار تھی، بھارتی حکومت اس قرارداد کو دوبارہ گفت وشنید کو شروع کرنے کی بنیاد کے طور پر قبول کرنے سے قاصر رہی۔

گنّار جارنگ

(۱۰) جب سویڈن کے سفیر گنّار جارنگ سے جو اس وقت سلامتی کونسل کے صدر تھے، کونسل نے اپنی ۲۱ر فروری ۱۹۵۷ء کی قرارداد کے ذریعہ یہ التماس کی کہ وہ دونوں حکومتوں کے ساتھ مل کر ایسی تجاویز کی جانچ پرکھ کریں جو اُن کی رائے میں سلامتی کونسل اور یو این سی آئی پی کی سابقہ قراردادوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے" قضیہ کشمیر کے تصفیہ میں ممد ہو سکے، تو بھارت نے یہ استدلال کیا کہ یو این سی آئی پی کی ۱۳ر اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کا حصّہ اول (جو جنگ بندی ریاست میں دونوں طاقتوں کی فوجی جمعیت میں عدم اضافہ اور سازگار ماحول پیدا کرنے سے متعلق ہے) پر پاکستان نے عمل درآمد نہیں کیا۔ اس لیے اس کے حصّہ دوم وسوم پر بحث کرنا قبل از وقت ہے۔ اس وقت مسٹر جارنگ نے حسب ذیل تجویز کی:

"حصّہ اوّل سے متعلق تعطل کو دُور کرنے کے لیے مَیں نے دونوں حکومتوں سے استفسار کیا کہ آیا وہ حصّہ اول پر عمل درآمد ہونے یا نہ ہونے کے معاملہ کو ثالثی کے لیے پیش کرنے پر تیار

ہیں یا نہیں۔ دراصل یہ تجویز جو دونوں حکومتوں کو پیش کی گئی، اس کا مقصد محض ثالثی نہ تھا۔ ثالث یا ثالثان اگر یہ دیکھیں کہ عمل درآمد نامکمل رہا ہے. تو انھیں اختیار ہوگا کہ فریقین کو بتائیں کہ عمل درآمد کو پورا کرنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔ یہ امر بھی پیش نظر تھا کہ اگر ایسی صورت حال پائی جائے تو ایک معین مدت میں ثالثان یہ معلوم کریں گے کہ جو ہدایات دی گئی ہیں ان کی پیروی کی جا چکی ہے یا نہیں اور عمل درآمد ہو چکا ہے یا نہیں۔

چونکہ میں بھارت کے قضیۂ کشمیر کے بارے میں مجموعی طور پر ثالثی کے مسئلہ سے متعلق منفی رویے سے آگاہ تھا اس لیے میں نے ان کو صراحتاً جتلا دیا کہ میں اس قسم کی کوئی بات تجویز نہیں اور جو طریق کار میں تجویز کر رہا ہوں، اگرچہ ثالثی کے نام سے موسوم ہے لیکن حقیقت میں امکان یہی ہے کہ اس کی نوعیت تحقیقات کی ہوگی اور جو لائحہ عمل اختیار کیا جائے گا وہ ممکن ہے بھارت اور پاکستان کے تعلقات کو بالعموم بہتر بنا دے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو میرا خیال ہے دونوں ملکوں کو ناپسند نہیں ہوگی۔"

پھر پاکستان نے یہ تجویز منظور کر لی لیکن بھارت نے انکار کر دیا۔

ڈاکٹر گراہم — ایک بار پھر

پانچ تجاویز:

(۱) سفیر گنار جارنگ کا مشن ناکام ہونے پر سلامتی کونسل نے اپنی ۲ دسمبر ۱۹۵۷ء کی قرارداد میں اقوام متحدہ کے نمائندہ، ڈاکٹر فرینک گراہم سے پھر التماس کی کہ "مزید مناسب کارروائی کے لیے فریقین کو جو بھی ہدایات ہو سکیں دی جائیں تاکہ یو این سی آئی پی کی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں پر عمل اور پُرامن تصفیے کی طرف پیشقدمی ہو۔" ڈاکٹر گراہم نے قضیہ کو طے کرنے کی خاطر مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں:۔

(ا) فریقین کی طرف سے اعلانِ صلح۔ بالخصوص ڈاکٹر گراہم نے تجویز کی کہ دونوں حکومتیں اس بارے میں دوبارہ اعلان کریں کہ وہ ایسے بیانات جاری کرنے اور ایسے اقدامات کرنے سے احتراز کریں

جن سے صورت حال زیادہ سنگین ہو اور اپنے عوام سے اپیل کریں کہ وہ گفت و شنید میں ترقی کے لیے ساز گار فضا پیدا کرنے میں مدد دیں۔

(ب) حد جنگ بندی کو برقرار رکھنے کی دوبارہ تائید۔

(ج) اس امر کا فوری مطالعہ کشمیر کے جن علاقوں سے پاکستان کی افواج کا انخلا ہو گا، ان کا انتظام کیسے کیا جائے گا۔ اور انخلا کے بعد ان کی خاطر اقوام متحدہ کی سپاہ تعینات کرنے کے امکان کا جائزہ لیا جائے۔

(د) یو این سی آئی پی کی جو قرار دادیں دونوں حکومتوں نے منظور کی ہیں، ان میں رائے شماری سے متعلق جو مثبت ضوابط شامل ہیں ان کی تشریح کے بارے میں اتفاق۔

(ہ) بھارت اور پاکستان کے مابین اقوام متحدہ کے نمایندہ کی نگرانی میں وزرائے اعظم کی کانفرنس کا انعقاد۔

جیسا کہ ڈاکٹر گرہیم کی رپورٹ کے ۲۱، ۲۶ پیراگرافوں میں مذکور ہے۔ پاکستان نے ان پانچوں تجاویز سے اتفاق کیا۔ جیسا کہ اس رپورٹ کے ۲۷، ۳۳ پیراگرافوں میں بیان کیا گیا ہے بھارت نے ان میں سے ہر ایک تجویز کو رد کر دیا۔ اس استرداد کے لئے بھارت کی مبینہ وجوہات حقایق کے کلیتہً خلاف تھیں۔

غرض یہ تھیں وہ نمایاں کوششیں جو اقوام متحدہ کے نمایندگان نے مسئلہ کا پرامن حل تلاش کرنے کے لیے علی العموم اور فوجی انخلا کے مثبت پلان سے متعلق بھارت کا خصوصی معاہدہ حاصل کرنے کی خاطر عمل میں لائیں۔

سلامتی کونسل ۱۹۶۲ء

سلامتی کونسل نے اپریل ۱۹۶۲ء کو ڈاکٹر گرہیم کی چھٹی رپورٹ پر غور کیا۔ جب پاکستان، بھارت اور بعض اور رکن ممالک نمائندے تقریریں کر چکے تو کونسل کے ایک رکن آئرلینڈ نے حسب ذیل قرار دادیں پیش کیں:-

"مسئلہ پاک و ہند کے بارے میں بھارتی و پاکستانی حکومتوں کے نمایندوں کے بیانات سُننے،

اقوام متحدہ کے نمائیندے ڈاکٹر گراہم کی رپورٹ پر غور کرنے،

گراہم کی ان کی مساعی کے لیے شکریہ ادا کرنے،

فریقین کے اس بارے میں مواعید کہ ان کی حکومتیں اس مسئلے کا حل کرنے کے لیے طاقت استعمال نہیں کریں گی کو اطمینان سے ملاحظہ کرنے،

اور اپنے منشور کے مطابق اس مسئلے کا پُرامن حل تلاش کرنے میں فریقین کی اعانت کی ذمہ داری سے آگاہ ہوتے ہُوئے کونسل۔

(۱) فریقین کو اپنی جنوری ۴۸ ۱۹ء کی قرارداد اور یو۔این۔سی۔آئی۔پی کی ۱۳ ر اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ ر جنوری ۴۹ ۱۹ء کی قراردادوں کے اصولوں کی یاد دہانی کراتی ہے۔

(۲) بھارت اور پاکستان کی حکومتوں پر زور دیتی ہے کہ وہ اس مسئلہ کے بارے میں قریب ترین مناسب وقت پر گفت و شنید کریں تاکہ منشور کی دفعہ ۳۳ اور دیگر متعلقہ ضوابط کے مطابق اس کا بالآخر تصفیہ کیا جائے۔

(۳) بھارت کے اس استرداد کے بعد دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم نے تجویز کی کہ پاکستان اور بھارت کے افراد پر مشتمل کشمیر میں ایک ہی فوج متعین ہو جو اجتماعی طور پر بے لاگ اور رائے شماری میں انصاف کی ضامن ہو گی۔

پاکستان نے یہ تجویز قبول کی مگر بھارت نے رَد کردی۔

(۴) اس کے بعد دولتِ مشترکہ کے وزرائے اعظم نے تیسری تجویز یہ پیش کی کہ رائے شماری کے دَوران میں بھارت اور پاکستان کی افواج کی جگہ ناظم رائے شماری کی چنیدہ مقامی فوج متعین کی جائے۔

پاکستان نے یہ تجویز منظور کی مگر بھارت نے اسے رَد کر دیا۔

(۵) مارچ ۱۹۵۱ء میں برازیل کے سفیر مسٹر میونس نے جو اس وقت سلامتی کونسل کے صدر تھے، یہ تجویز کی کہ جملہ امور جن کے بارے میں اختلاف ہو، ثالثی کے لیے پیش کیے جائیں اور فریقین

ان کا فیصلہ قبول کر لیں۔

پاکستان نے یہ تجویز منظور کر لی لیکن بھارت نے اس کو مسترد کر دیا۔

(۶) اوائل ۱۹۶۲ء میں صدر امریکہ مسٹر جان ایف کینیڈی نے بھارت اور پاکستان کو عالمی بنک کے صدر مسٹر یوجین بلیک، کی مصالحتی خدمات پیش کیں۔ بھارت نے اس پیش کش کو مسترد کر دیا۔

اقوام متحدہ —— ایک بار پھر

اقوام متحدہ ستمبر ۱۹۶۵ء کے اوائل میں ایک بار پھر حرکت میں آئی کیوں کہ بھارت نے حد جنگ بندی کو عبور کر کے اپنی فوجیں آگے بڑھا دی تھیں اور بعض چوکیوں پر قبضہ کر کے آزاد کشمیر کے علاقہ میں بعض اور مقامات یہاں تک کہ پاکستان کے ضلع گجرات کے ایک گاؤں، اعوان شریف پر بھی گولہ باری کی تھی۔

سلامتی کونسل کے سکریٹری جنرل یو تھانٹ نے اس صورت حال کے بارے میں اپنی ابتدائی رپورٹ میں باوجود بھارت کی مقبوضہ کے اندر جنگ حریت کے بارے میں متاثر کرنے والی رُوداد کے حقیقی ملزم، جس نے جنگ بندی کو عبور کر کے دوسرے فریق کی چوکیوں پر قبضہ کر لیا تھا، پر الزام عاید کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ سلامتی کونسل کے ایک ہنگامی اجلاس منعقدہ ۴ ستمبر ۱۹۶۵ء میں یو تھانٹ نے فریقین کو پانچ نکاتی اپیل کی۔ فوری فائر بندی، حد جنگ بندی۔ معمولات کی بحالی، اور اقوام متحدہ کے مبصرین کی آزادی سے نقل و حرکت اور دسترس۔ اس اپیل میں تصادم کی حقیقی جڑ قضیۂ کشمیر کا کوئی بھی ذکر نہ تھا۔

مگر بھارت نے اس اپیل کا پاکستان پر ایک بھرپور حملہ کی شکل میں جواب دیا۔

اس پر جو جوابی کارروائی ہوئی اس سے زِچ ہو کر بھارت نے پہلے تو لاہور میں بین الاقوامی سرحد کو عبور کیا اور پھر جلد ہی یکے بعد دیگرے دو اور محاذ کھولے۔ ایک سیالکوٹ میں اور دوسرا کہیں دُور جنوب میں گڈرو کے مقام پر۔

سلامتی کونسل نے محسوس کیا کہ اب کچھ نہ کچھ کارروائی کرنے کا وقت ہے۔ اس لیے اس نے ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا اور ایک قرارداد منظور کی جس میں فریقین سے یہ کہا گیا کہ وہ فوراً جنگ بند کر دیں۔ اور اپنی افواج کو ہٹا کر اصلی جگہوں پر لے جائیں۔ سلامتی کونسل کے سیکرٹری جنرل کو یہ ہدایت بھی کی کہ وہ دونوں ممالک سے براہِ راست کونسل کی قرارداد کے مطابق عملدرآمد کرائیں۔ بنابریں مسٹر تھانٹ نے ۹ ستمبر سے ۱۶ ستمبر ۱۹۶۵ء تک پاکستان اور بھارت کا دورہ کیا۔

پاکستان کا جو موقف سیکرٹری جنرل کو پیش کیا گیا وہ یہ تھا کہ فائر بندی کو با مقصد ہونا چاہیئے اس سے اقوام متحدہ کی اپنی جنوری ۱۹۴۹ء کی قرارداد کے مطابق کشمیر کے بنیادی مسئلہ کا حل ہونا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں پاکستان نے سہ نکاتی تجویز پیش کی:

(ا) فوری فائر بندی

(ب) جموں وکشمیر سے بھارت اور پاکستان کی تمام فوجوں کی واپسی اور ان کی جگہ اقوام متحدہ کی افریشیائی ممالک کی افواج کا تعین۔

(ج) تین ماہ کے اندر اندر ریاست میں رائے شماری۔

اس دوران میں بھارتی لیڈر اپنے اسی دعوے کا اعادہ کرتے رہے کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ حصّہ ہے اور وہ کسی ایسی تجویز پر اتفاق نہیں کر سکتے جو امر اس کے خلاف ہو یہی بات ہے جو بظاہر انھوں نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو بھی کہی۔

سیکرٹری جنرل نے اپنے مذاکرات کے بارے میں سلامتی کونسل کو جو رپورٹ پیش کی اس میں جو تجویز پیش کی گئی تھی وہ تقریباً وہی ما قبل جنگ صورت حالات کی تھی۔ اس نے صرف یہ تجویز کی کہ سلامتی کونسل کو دونوں فریقوں کو فائر بندی کا حکم دینا چاہیئے اور یہ واضح کرتے ہوئے کہ اگر انھوں نے اس مطالبہ کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تو وہ ان کے خلاف اقوام متحدہ کے باب ہفتم کی دفعہ ۳۹ کے تحت (جس میں رکن ممالک سے اقتصادی تعزیرات عائد کرنے اور سیاسی و دیگر قسم کے عدم تعاون کا مطالبہ ہے) کارروائی کی جائیگی۔

جہاں تک بنیادی مسئلہ کا تعلق ہے اس نے صرف یہی تجویز کی کہ بھارتی اور پاکستانی لیڈروں کے سربراہوں

کا اجلاس کسی تیسرے ملک میں کیا جائے جو انھیں قبول ہو۔ اور اس سلسلہ میں ضرورت پیش آئے تو سلامتی کونسل کی کمیٹی سے بھی مدد لی جائے۔

اس کے بعد جو مذاکرات ہوئے ان میں فرانس اور اردن نے بالخصوص اس امر پر زور دیا کہ فائر بندی کی کوئی تجویز اس وقت تک حقیقتاً مؤثر نہیں ہو سکتی جب تک یہ مسئلہ کی جڑ تک نہ پہنچے اور عوام کے حق خود ارادیت کی بناء پر قضیۂ کشمیر کے تصفیہ کے ہدایت نامہ پر بھی مشتمل نہ ہو۔ کئی اجلاسوں کے مابین گھنٹوں شدید مذاکرات کے بعد اگلے دن جو قرارداد پیش کی گئی۔ وہ یہ تھی کہ بھارت اور پاکستان ۲۲ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بروز بدھوار فائر بندی کر دیں۔ اس نے دونوں حکومتوں سے کہا کہ وہ اپنی تمام مسلح افواج کو اپنے اصلی مواقع پر واپس لے آئیں۔ اس قرارداد میں سلامتی کونسل نے مزید یہ وعدہ کیا کہ "موجودہ تصادم کی تہ میں جو سیاسی مسئلہ ہے اس کے تصفیہ کے لیے اعانت کی خاطر قدم اٹھائے جائیں گے۔

قرارداد پر ووٹ اندازی سے پہلے پاکستانی مندوب نے جواب دہی کے حق کا استعمال کیا۔ اس نے پاکستان کی اس شدید امید کا اظہار کیا کہ کونسل میں اتنی اولو العزمی امید، اور طاقت ہوگی کہ وہ مسئلہ کشمیر کو حل کرے" ممبران سے یہ اپیل کرتے ہوئے کہ وہ قرارداد کے خلاف ووٹ دیں، کیونکہ اس نے مسئلہ کو ذرا بھی نہیں چھوا، مسٹر ایس۔ ایم ظفر نے کہا کہ پاکستان جو چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ "سلامتی کونسل واضح طور پر اور کسی ابہام کے بغیر یہ فیصلہ کرے کہ کشمیر عوام کو حق خود ارادیت دینا لازمی ہے جس کا پہلے ہی وعدہ کیا جا چکا ہے۔ اگر موجودہ تصادم کے اس بنیادی سبب کو دور نہ کیا گیا تو ایک اور وسیع تر جنگ کا بھڑک اٹھنا لازم ہے۔"

مسٹر ظفر نے سلامتی کونسل کو تنبیہ کی کہ اگر وہ اس قضیہ کا مناسب حل تلاش نہ کر سکی تو پاکستان کا اقوام متحدہ پر اعتقاد متزلزل ہو جائے گا۔

با ایں ہمہ اونچے درجے کی سیاست کا منشا یہ نظر آتا تھا کہ قضیہ وہیں رہے جہاں یہ اٹھارہ سال پہلے تھا۔ قرارداد پہ ووٹ اندازی ہوئی اور وہ صفر کے مقابلے میں دس ووٹوں سے منظور ہوئی۔

صرف ایک ووٹ نہیں ڈالا گیا۔ جیسا کہ اُردن کے نمائندہ نے جس نے ووٹ اندازی سے احتراز کیا تھا، بعد میں قرارداد پر تبصرہ کیا، اس میں "توازن اور حقیقت پرستی کا فقدان تھا" اور غالباً جرأتِ رندانہ کا فقدان بھی۔

امن کے مفاد کی خاطر پاکستان نے فائربندی منظور کر لی لیکن اس شرط پر کہ قضیۂ کشمیر کو جلد طے کیا جائے۔